دل کی بات

"شفاف انتخابات کا طے شدہ کھیل" اپنے انجام کو پہنچا۔ اور بھٹو کی بیٹی "جمہوریہ پاکستان" کی وزارت عظمیٰ کے منصب جلیل پر فائز ہو گئی۔ اس کھیل میں ہارنے والے ابھی تک اپنی اپنی شکست کے اسباب پر غور کر رہے ہیں لیکن یہ امر بھی کتنا مضحکہ خیز ہے کہ بعض شکست خوردہ اپنی ناکامی کو عارضی قرار دیکر "بدنام جو ہوں گے تو کیا نام نہ ہو گا" کے مصداق حقیقتاً ملا بننے کی خوش فعلی کا مظاہرہ کر رہے ہیں اور لایعنی تاویلات کا سہارا لیکر پھر اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ ہمارے لئے موجودہ انتخابی نتائج کوئی غیر متوقع نہیں تھے۔ مگر جو لوگ خوش کن توقعات کے جنون میں مبتلا تھے ان کا نشہ یقیناً ہرن ہو گیا ہے۔ انتخابی نتائج کے بعد "دینی جماعتوں کا کردار" سیکولر، صحافیوں، کالم نگاروں اور سیاست دانوں کا سب سے بڑا موضوع رہا ہے۔ اور غیر ملکی ذرائع ابلاغ نے بھی اس کو خاص اہمیت دی۔ ملکی اور غیر ملکی ذرائع ابلاغ سے پہلی مرتبہ یہ بات کہی گئی کہ پاکستان کی سیاست سے دینی قوتوں کا "ہوّا" ہمیشہ کیلئے ختم ہو گیا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں یہ تجزیہ درست نہیں۔ دینی پسند قوتوں کے ایک مختصر گروہ نے انتخاب میں حصہ لیا اور دین کا حقیقی کام کرنے والے ان لوگوں کی ذلت و رسوائی کا سبب بنے جو تعداد میں بھی ان سے زیادہ ہیں اور انہوں نے ووٹ کا حق بھی استعمال نہیں کیا بہرحال ہر ایک نے جی بھر کے دین والوں کا تمسخر اڑایا۔ اور یہ انکا جمہوری حق تھا، سو انہوں نے استعمال کیا۔ اس پر کم از کم اُن دینی جماعتوں کو برہم نہیں ہونا چاہیئے جنہوں نے اسلام میں جمہوریت کی پیوند کاری کا مکروہ کاروبار کیا ہے۔

قارئین گواہ ہیں کہ ہم انہی صفحات میں روز اول سے لکھتے آئے ہیں کہ جمہوریت کافرانہ نظام ریاست و سیاست ہے۔ اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں، انتخابات نفاذ اسلام کا ذریعہ نہیں بلکہ رکاوٹ ہیں۔ جمہوری نظام کا حصہ بن کر نفاذ اسلام کی جدوجہد کرنا محض تضیعِ اوقات ہے۔ اسلام کفر کے سہاروں کا محتاج نہیں۔ اسلام کا نفاذ اسی طریقہ سے ممکن ہے جو نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اختیار کیا۔ مگر ہمارے اس واضح اور مبنی برحق موقف کو نہ صرف رد کیا گیا بلکہ استہزا کیا گیا۔ جب حالات نے ہزیمت سے دوچار کیا تو جمہوریت کے علمبردار علماء، دینی جماعتوں اور کارکنوں نے اپنے موجودہ سیاسی کردار کے حق میں یہ دلیل پیش کی کہ "ہر چند ہم جانتے ہیں کہ موجودہ نظام جمہوریت شیطانی اور کفریہ نظام ہے مگر ہم اس نظام اور اس کے تحت قائم اداروں میں گھس کر اس کا راستہ روکنا چاہتے ہیں اور کفر و شیطنت کے غلبہ کی رفتار کو کم کر کے درمیانی مہلت میں اسلام کے لئے کچھ کام کرنا چاہتے ہیں۔"

یہ موقف بہ ظاہر بڑا خوش کن، مؤثر اور وزنی معلوم ہوتا ہے مگر اپنے نتائج کے اعتبار سے نہایت سطحی اور خفیف ثابت ہو گیا ہے۔ ہم نے اس کے جواب میں بھی عرض کیا تھا کہ اس کڑوی گولی کو تب ہی نگلا جاسکتا ہے جب آپ کے پاس ایک تربیت یافتہ جماعت موجود ہو جو ان جمہوری اداروں میں گھس کر ان کی کایا پلٹ دے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ زبردست افرادی قوت بھی موجود ہو جو کسی بھی ممکنہ رکاوٹ کو دور کر سکے۔ ورنہ یہ زیادہ مہلک ثابت ہو گی۔ چنانچہ وہی ہوا۔ جمہوریت کو حرزِ جاں بنانے والے غیر تربیت یافتہ علماء اور کارکن جب اس نظام کا حصہ بنے تو اسلام کے مبلغ بننے بجائے جمہوری مفادات کے اسیر ہو کر اسی کے مناد بن گئے۔ اسلام ان کا مقصود ہی نہ رہا۔

جمہوریت کے علمبردار علماء کے اسی طرزِ عمل پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ فرمایا تھا "ان کا مقصود دین نہیں دنیا ہے، اسلئے ان کے ذریعے اسلام کبھی نہیں آسکتا" تب اُن کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ جمہوریت کے اسیر علماء اور دینی جماعتیں پاکستان میں اسلام کا مقدمہ خراب کرنے کی ذمہ دار ہیں۔ کیا ۱۹۵۸ء سے ۱۹۹۳ء تک کے انتخابی جمہوری تجربے نے اُن کی آنکھیں نہیں کھولیں؟ ماضی میں اگر ان کی قوت دشمن کے لئے خطرہ تھی تو حال نے دشمن کا راستہ کافی حد تک صاف کر دیا ہے۔ پاکستان کو ایک سیکولر سٹیٹ بنانے کا آدھے

سے زیادہ کام مکمل کرلیا گیا ہے۔ افسوس اس بات کا ہے کہ بار بار کی شکست و ریخت کے بعد بھی یہ لوگ بے نظیر کے ذریعے نفاذِ اسلام کے عمل کی تکمیل کی آس لگائے بیٹھے ہیں۔ یاللعجب!

وہ کریں گی خیر سے قائم نظام اسلام کا

ہم آج پھر اپنے موقف کی صداقت پر یقین رکھتے ہوئے مکرر عرض کرتے ہیں کہ اگر جمہوریت سے مفاہمت و معانقہ کی یہ روش ترک نہ کی گئی تو مستقبل میں اس سے زیادہ ذلت و نکبت سے دوچار ہوں گے۔ مسلم لیگ اور پیپلز پارٹی دونوں سیکولر جماعتیں ہیں اسلام ان کے سیاسی نظام اور مفادات کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ پینتالیس سال کے طویل اور تلخ تجربہ کے بعد بھی اگر دین پسند جماعتیں ان سے اور ان کے پسندیدہ نظام جمہوریت سے اچھی توقعات وابستہ کرتی ہیں تو پھر اسے ایمان کی جانکنی اور شعور کی موت کے سوا دوسرا کوئی نام نہیں دیا جاسکتا۔

حل ایک ہی ہے جو شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ نے مالٹا کی طویل قید سے رہائی کے بعد تجویز فرمایا تھا "میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ قرآنِ کریم کی تعلیم اور دعوت کو عام کیا جائے اور اسکے لئے زیادہ سے زیادہ مدارس قائم کئے جائیں" (مفہوم)

ماضی کے علماء نے اس پر عمل کیا تو خاطر خواہ کامیابی حاصل ہوئی۔ رجالِ کار بھی پیدا ہوئے اور کام بھی آگے بڑھا۔ مگر جب سے مدارس میں قرآن کی دعوت و تعلیم کی بجائے شخصیت سازی اور سیاسی جتھہ بندی کا مذموم عمل شروع ہوا، نہ رجالِ کار پیدا ہوئے اور نہ اسلاف کی طرز پر دین کا کام ہوا۔ نتیجہ آپ کے سامنے ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ دینی جماعتیں اور دینی مدارس نسل نو کے لئے حقیقی تربیتی ادارے بن جائیں۔ نژادِ نو کو عصری علوم و فنون اور سیاسی نظاموں سے آگاہ کیا جائے۔ یہیں فکری و ذہنی تربیت کی جائے اور اسلامی انقلاب کے لئے مطلوبہ افراد کی تربیت یافتہ جماعت تیار کرکے اُسے بے دینی کے محاذ پر مورچہ بند کردیا جائے۔ پھر اخلاص کے ساتھ نفاذِ اسلام کی جنگ کیجئے۔ اللہ ضرور مدد فرمائے گا اسلئے کہ اس کا وعدہ ہے۔

کشمیر کا المیہ

کشمیر میں پھر آگ اور خون کا کھیل عروج پر ہے۔ بھارتی درندے نہایت سفاکی کے ساتھ مسلمانوں کا خون بہا رہے ہیں اور مجاہدین بڑی بے جگری سے آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ اللہ کرے اُن کی قربانیاں رنگ لائیں اور وہ آزادی سے ہمکنار ہوں۔ خدشہ یہ ہے کہ امریکہ ان قربانیوں کو بھی اپنے مفادات کی بھینٹ چڑھا دیگا۔ حال ہی میں امریکہ نے بھارت کو متنبہ کیا ہے کہ "کشمیر اس کا اٹوٹ انگ نہیں" اور امریکہ کو موجودہ صورت حال پر تشویش ہے امریکہ اس مسئلہ کو حل کرنے میں دلچسپی رکھتا ہے"۔ ماضی میں بھارت کی حمایت کرنے والا امریکہ یکایک اس کے خلاف کیوں ہوگیا۔ یہ سب کو معلوم ہے۔ خدشہ یہی ہے کہ جس طرح امریکہ نے فلسطین کا مسئلہ حل کیا ہے اسی طرح کشمیر کا بھی کرے گا۔ اور یہ کشمیریوں کے ساتھ بہت بڑا ظلم ہوگا۔ فی الحال تو سوال آزادی کا ہے۔ یہ کشمیریوں کا حق ہے کہ وہ آزادی کے بعد اپنے لئے کس طرح رہنا اور کس کے ساتھ جانا پسند کرتے ہیں۔ (اقوام متحدہ انہیں یہ حق دے چکی ہے) مگر انہیں یہ حق نہیں دیا جارہا ہے اور اُن کے مستقبل کے فیصلے بھی واشنگٹن میں کئے جارہے ہیں۔ ۱۹۴۷ء کی تاریخ پھر دہرائی جارہی ہے۔ یعنی آزادی کے نام پر ایک اور غلامی کی طویل زنجیر تیار کی جارہی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اس وقت یہ کام برطانیہ کرتا تھا اب امریکہ کر رہا ہے۔

مسلمانوں کا یہ قتل عام، بنیادی حقوق کی پامالی اور مظالم کا دل دوز تسلسل پورے عالم اسلام کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔ اگر عالم اسلام نے کشمیری مسلمانوں پر ہونے والے مظالم پر حالیہ مجرمانہ خاموشی جاری رکھی تو ایسا برا وقت ان پر بھی آسکتا ہے۔ اسلئے ضروری ہے کہ تمام اسلامی ممالک مل بیٹھ کر اس اہم مسئلہ کا حل ڈھونڈیں اور اپنے مسلمان بھائیوں کی بروقت مدد کرکے انہیں ظلم سے نجات دلائیں اور آزادی سے ہمکنار کریں۔